رجسٹرڈ نمبر ۹۱۱ وی ریویو

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا اکیکدن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

از حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

80

ہفتہ وار اخبار جو ہر جمعرات کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایڈیٹر و پرائیٹر ایم قاسم علی

نمبر (۱۳) مسمّاۃ
از دفتر اخبار فاروق
۷۱۶ نجدت
Qadian
(pur)

جلد (۴) | یوم پنجشنبہ - مورخہ ۲۴ جولائی سنہ ۱۹۱۹ | نمبر (۲۷)

سلسلہ کی خبریں

۱۔ حضرت امیر المومنین سیدنا خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ الاحد بخیر و عافیت ہیں۔ اور خاندان مسیح موعود میں بھی خیریت ہے۔ حضرت خلیفۃ اول کے بچے عبدالسلام کی صحت کاملہ کے لیے دعا کی التجا ہے

۲۔ بارش تین چار روز سے ہر روز ہو جاتی ہے۔ موسم میں نمایاں تغیر ہے۔

۳۔ ہمارے ہائی اسکول میں ایک ڈگری یافتہ پنڈت صاحب کی خدمات سنسکرت پڑھانے کے لیے حاصل کی گئی ہیں۔ آریوں نے ہمارے لیے انتظام نہیں کیا۔ اب انکے طالبعلم آئیں۔ قرآن شریف اور عربی بھی پڑھیں سنسکرت بھی پڑھیں صلائے عام ہے۔ اسلام کا فیض عام ہے۔

۴۔ ۱۹ جولائی کو جشن فتحیابی منایا گیا۔ ہائی اسکول مدرسہ احمدیہ مدرسہ بنات سب میں تعطیل کی گئی ہے۔ کھیلیں ہوئیں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ تمام دفاتر (جو صدر انجمن احمدیہ یا نظارت کے ماتحت ہیں) رخصت دی گئی۔ اور شام کو مسجد اقصیٰ میں بلا تفریق مذہب و ملت غرباء کو کھانا کھلایا گیا۔ برٹش گورنمنٹ کے لیے دعائیں کی گئیں۔

درخواست دعا از لنڈن

برادران مکرم و محبان معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عاجز آنکھ کے کمزور ہے اسقدر تکلیف میں ہے کہ لکھنے پڑھنے کا کام قریباً ملتوی ہے اور اسی وجہ سے احباب کے خطوط کے جواب لکھنے سے معذور ہوں۔ اور اخباروں کے واسطے پورٹیں بھی نہیں لکھی جا سکتیں۔ درخواست ہے۔ کہ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم رحم اور غریب نوازی سے جلد صحت عطا فرما دے۔

عاجز محمد صادق عفا اللہ عنہ از لنڈن ۲۴ رجون ۱۹۱۹ء

ایک ہندو بیرسٹر ایٹ لا

ولایت میں مشرف بہ احمدیت ہوا

چالیس انگریز مرد و زن کا احمد نبی اللہ پر ایمان

یہ خوشخبری اس ہفتہ کی ولایتی ڈاک میں پہنچی ہے کہ جناب مکرم معظم ساگر چند صاحب جو پنجاب کے باشندے ہیں اور آجکل ولایت میں ہیں نہ صرف خود اپنے احمدی ہونے کا اعلان فرماتے ہیں بلکہ ہیسٹنگز میں چالیس انگریز مرد و عورت ان کے ذریعے سے احمد نبی اللہ پر ایمان لائے۔ وہاں انھوں نے جو لکچر دیئے وہ نہایت دلچسپی سے سنے گئے۔ بیرسٹر صاحب احمدیت کی اشاعت کے متعلق ایک خاص جوش رکھتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں احمد نبی اللہ کی صداقت پھیل جائے اور سب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاروق قادیان

دارالامن والامان - ۲۴ر جولائی ۱۹۱۹ء

سلسلہ احمدیہ میں ایثار

(نوشتہ حضرت اکمل صاحب)

کوئی قوم کوئی جماعت بغیر قربانیوں کے نہیں بنتی - بلکہ میں تو دیکھتا ہوں کہ کوئی کام بغیر قربانی کے نہیں ہوتا - اور اس قربانی کی (جو مالی ہو یا جانی یا وقت کی یا خیالات کی) نظیر ہر مذہب و ملت ہر ملک ہر قوم میں پائی جاتی ہے اسلیے یہ سوال البتہ قابل حل ہے کہ سچے مذہب کے تیئے جو قربانی کی جائے اور دوسرے مذاہب میں جو قربانیوں کی مثالیں ہیں ان میں کیا مابہ الامتیاز ہے - جہاں تک میں نے غور کیا ہے مجھے تو یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک تو سچی قربانی میں ثبات ہوتا ہے اور خلوص یعنی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جو قربانی صدق دل سے محض للہ کی جائے اس کا کرنے والا ہمت ہار بیٹھے یا جس مقصد کے لیے وہ قربانی کی ہے اسی کے خلاف ہو جائے بلکہ وہ آخری دم تک اسپر قائم رہے گا - برخلاف اسکے غیر مسلموں میں اسکی نظیریں پائی جاتی ہیں کہ پہلے تو اس مذہب و مقصد کے لیے سخت سے سخت قربانی کی - اور پھر آخری عمر میں اسی کے خلاف ہو بیٹھے - دوسرا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سچے مذہب کے لیے سچی قربانی ایک پھل لاتی ہے اور کبھی مایوسیاں نہیں جاتی - ایسی قربانی کرنے والا اول تو اپنی زندگی میں اسکا دگنا چوگنا بلکہ کئی گنا زیادہ اجر پالیتا ہے اور اگر اسکی قربانی جانی ہو اور جس مقصد کے لیے جان دی ہے اس میں ایسی کامیابی ہوتی ہے کہ عام عقل انسانی تجویز نہیں کر سکتی انبیاء کی شان تو بہت بلند ہے اور انکی قربانیاں اس مختصر میں کہاں آسکتی ہیں ملت اسلامیہ میں دوسرے اولیاء و صلحاء کی قربانیاں بھی کم نہیں حضرت ابوبکرؓ نے قربانی کی اور اس کا پھل اس دنیا میں جو پایا عالم اسکی شہادت دے رہا ہے حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی قربانی بھی کم نہ تھی اللہ تعالیٰ نے انکو اجر بھی بڑا دیا - امام حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی جانی تھی - جس مقصد کے لیے آپنے جان دی - وہ جس شان سے پورا ہوا زبان خلق اسکی شہادت پر مجبور ہے - یزید کا تو کوئی نام بھی رکھنا نہیں چاہتا - لیکن حسینؓ کے خدام سے ہونا فخر کا موجب سمجھا جاتا ہے - خیر القرون کے بعد قبیح اعوج کے زمانہ میں - قربانیوں کے دھندلے سے نشان ہیں مگر پھر بھی ہیں بہت اور دوسرے مذاہب سے بہت ہی نمایاں - آخر جب گمراہی کی رات اپنے انتہا کو پہنچ گئی - اور والیل اذا عسعس کا مضمون صادق آیا تو والصبح اذا تنفس کے قاعدہ کلیہ کے مطابق پھر آفتاب ہدایت نے شرق نبوت سے طلوع کیا اور وہ عہد جو دنیا فراموش کر چکی تھی نئے سر سے باندھا گیا اور وہ رسم نجاک دخون نلطیدن پھر سے جاری ہو گئی - کچھ لوگ ہیں جنکی شان میں وارد تنزیل ہے رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ہاں کچھ خدا کے بندے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں - اور انھوں نے ہر ایسی قربانی کر دکھائی ہے - جو بعثت اولیٰ میں صحابہ کرام نے دکھائی - مسیحا نے انہیں وہ روح قدس پھونکا ہے کہ اس جماعت کے بچوں نے وہ نمونہ دکھایا ہے جو قبیح اعوج کے بوڑھے بھی نہ دکھا سکے ابھی چند روز کی بات ہے کہ میں نے ایک چودہ پندرہ سال کے بچے کے نام اُس کے والد کا خط پڑھا جسمیں وہ لکھتا ہے کہ

میرے برخوردار تم کو واضح ہو کہ میں نے زبانی بھی کہا تھا - اب لکھ کر بھی یہی کہتا ہوں کہ تم اگر مدرسہ قادیان کے علاوہ دوسرے کسی عربی مدرسہ میں مثلاً دیوبند یا کسی انگریزی مدرسہ میں مرزائیوں کے مدرسہ کے علاوہ جہاں بھی تم پڑھو ہم بڑی خوشی سے جسقدر تم چاہو خرچ دیں گے - خواہ تم تیس روپیہ خرچ کرو - اور ہم تم سے بہت راضی ہونگے لیکن قادیان میں ایک پیسہ تک کی ہماری طرف سے امداد کی خواہش نہ کرو - خواہ تم بھوکے مرجاؤ - خواہ سردی سے مرجاؤ ہمسے قادیان میں رہ کر کسی بات کی اُمید نہ رکھو - جبتک تم قادیان میں رہوگے تم ہمسے جدا اور ہم تم سے جدا - تاکید جانو - ہاں ہم پھر تاکید سے لکھتے ہیں کہ اگر قادیان کے علاوہ جہاں بھی تم پڑھوگے ہم اپنی طرف سے خرچ دینگے - ورنہ اسی طرح خوار ہی رہوگے - آگے تمھاری مرضی ہم بار بار تاکید کرتے ہیں کہ کسی اور مدرسہ میں پڑھو جو خرچ کروگے ہم دیں گے -

اُف! کس قدر سنگدلی ہے - بچہ بھوکوں مرے سردی سے مرے مگر تیس روپے ماہوار دینے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی ایک حبہ تک اپنے جگر کے ٹکڑے اپنے لال اپنے نور دیدہ کو نہ دینگے - کیوں؟ محض اسلیے کہ سنے کیوں قادیان کو دوسرے مقامات پر ترجیح دی - سعادتمند ہی وہ لڑکا اور قابل فخر وہ طالب علم جو دین کے لیے دکھ اُٹھاتا ہے - اور تیس روپے ماہوار پر لات مارتا ہے - اور کچھ پرواہ نہیں کرتا - دنیا کے فرزند ایک ایک پیسہ کے لیے جان دیتے ہیں مگر روحانیت کا فرزند دو ہزار پیسوں کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا - یہ کیوں؟ اسلیے کہ خدا کے مبارک مسیح کی قوت قدسیہ کام کر رہی ہے اور اس جماعت کے بچے بھی وہ نمونہ دکھا رہے ہیں جو جوانوں بلکہ بوڑھوں سے ممکن نہیں - تبارک اللہ احسن الخالقین

۱۱ فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقامِ عبرت ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ۔

کا نظارہ کسی نے دیکھنا ہو تو سید محمد احسن صاحب امروہوی کی پہلی اور حال کی کتابوں کو پڑھے۔ ۱۹۱۴ء سے پہلے کی تقریریں دیکھے اور اسکے بعد بھی گلفشانیاں ملاحظہ کرے۔ یا تو وہ وقت کہ برطارم اوج ثریا یہ وقت کہ فی الدرک الاسفل ایک زمانہ آپ پر ایسا گذرا کہ حضرت محمود کو آپ موعود مانتے اور علی رؤس الاشہاد اعلان کیا بزمانہ خلافت اول کہ میں تو بیعت کر چکا یا اب یہ کہ آپ ایک رسالہ شائع کرتے ہیں اور اسکے ٹائیٹل پیج پر لکھتے ہیں کہ پہلے خانہ کعبہ پر حملہ کیا گیا اور احترام کے ساتھ ایک ہاتھی تھا اس کا نام محمود تھا۔ اسی طرح اب مسیح کے بعد ایک خلف رہگیا جس کا نام محمود ہے۔ ضربت علیہ سے اس کا سر ماؤف ہے جیسا کہ ابرہہ کی ناک اور پیشانی داغدار تھی۔ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس طواف بیت اللہ کا اسطرح ضال کر دے۔ جو مسیح موعود نے دو آدمیوں کے کندھے پر کیا۔"

ناظرین کرام ان الفاظ کو پڑھیں اور دیکھیں کہ بڈھے کی عقل کہاں تک ماری گئی ہے۔ اور کیسا مخبوط الحواس ہے کہ وہ یہ بھی نہیں سوچ سکتا۔ کہ اس نے کیا لکھ دیا۔ یہ ہے وہ نرمی اور تہذیب جس سے اصحاب غیر مبائعین اپنے مناظرات میں کام لیتے ہیں۔

پھر ایک حدیث مشکوٰۃ باب الفتن سے لی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ثم فتنة الدهيماء لم تدع من امة الا لطمته لطمة فاذا قيل انقضت تمادت يصبح الرجل فيها مومنا ويمسي كافرا حتى يصير الناس الى فسطاطين فسطاط ايمان لا نفاق فيه وفسطاط نفاق لا ايمان فيه فاذا كان ذالك فانتظروا الدجال من يومه او من غده

(رواہ ابوداؤد)

اب اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے جو سید محمد احسن صاحب امروہوی نے کیا ہے۔

"پھر فتنہ دہیماء جو عیش و آرام اور امن کے وقت میں ہوگا۔ یہ فتنہ حضرت مرزا صاحب کی تکفیر کا فتنہ ہے۔ جس میں اکثر امت محمدیہ مبتلا ہو گئی۔ اسی فتنہ کے زمانہ میں ایک دخان پیدا ہوگا۔ جو زیر دونوں قدموں اس آدمی سے پیدا ہوگا جو میری اہل بیت میں سے ہے۔ یعنی مرزا صاحب۔ اور وہ دخان یہ زعم کرے گا کہ وہ مجھ میں سے ہے اور وہ مجھ میں سے نہ ہوگا کیونکہ میرے اولیاء صرف متقی ہی ہوتے ہیں یہ فتنہ محمود ہی ہے۔ لیکن لوگ اس دخان سے سبب ایک جل نرم خو کے باہم صلح کار رہیں گے۔ کیونکہ وہ جل نظر تا بڑا نرم دل اور صلح جو ہوگا جیسا کہ سرین بڈیوں پسلیوں کی نسبت نرم ہوتا ہے۔ یہ وہ دخان ہے جو حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم کے وقت میں پیدا تو ہو گیا تھا۔ لیکن حضرت مولانا موصوف کے سبب سے دونوں فریق کا باہم کوئی نزاع نہ ہونے پایا۔ پھر اسکے بعد وہ دخان سخت تاریک در تاریک اور مظلم ہو جاوے اور ہر ایک صبح شام میں کوئی مومن ہوتا رہے گا۔ اور کوئی کافر۔ یہاں تک کہ لوگ دو بستیوں میں جدا جدا ہو جاویں گے۔ ایک بستی میں ایسے لوگ جدا ہو جائیں گے جن میں ایمان ہوگا یعنی قرآن ہی قرآن ہوگا جو یورپ تک شائع ہو جاوے گا۔ اور دوسری بستی میں سوائے نفاق کے ایمان نہ ہوگا یعنی قرآن مجید کی اشاعت اُن سے نہ ہو سکیگی۔ پھر ایسے فتنہ کے بعد دجال کے تم منتظر رہو یعنی اُن صدہا حدیثوں کو یاد رکھو جنمیں دجالوں کذابوں کی خبر دیگئی ہے یہ حاصل ترجمہ ہے اُس حدیث کا بروایت رجال صحیح ابوداؤد میں موجود ہے اور مشکوٰۃ شریف میں مندرج ہے۔"

جس دیدہ دلیری اور وقاحت سے حضرت مسیح موعود کے سبز اشتہار والے موعود پر (ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی) حملہ کیا گیا ہے وہ قابل صد نفریں ہے۔ حالانکہ یہ تمام واقعات خود اسی فریق پر صادق آتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہے جس نے حضرت موعود کے روحانی فرزند اہل بیت سے ہونے کا ادعا کیا ہے۔ اور وہی ایک سوزش سے روحانی تولد پاکر مدت تک سلگتا رہا اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ آدمی دو بستیوں میں ہو گئے۔ ایک وہ جن کی نسبت مسیح موعود کے خلیفہ اول نے اپنے قلم سے لکھا کہ نفاق کا بھانڈا پھوٹ گیا اور دوسرے وہ جو اس بستی میں رہتے ہیں جسے قیامت تک برکت دی گئی ہے اور جہاں ایمان ہی ایمان ہے۔ باقی ایک کسر تھی فانتظروا الدجال سو بقول ہمارے دوست پیر سراج الحق صاحب کے وہ بھی امروہوی صاحب نے پوری کر دی اور وہ اپنی نئی شان میں نئے عقائد کے ساتھ نمودار ہوئے نہ صرف ایک آنکھ کی بینائی کم بلکہ جسم کا ایک حصہ ہی مخدوش اور روحانی اعتبار سے بھی احمدیت کی صداقت کو دیکھتے ہیں اور پھر نہیں بھی دیکھتے۔

یہ تحریر ہماری حسب ارخاء عنان ختم ہے۔ البتہ ایک بات قابل اظہار ہے۔ امروہوی صاحب مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو خیالات ہیں وہ علی رجل کورک علی ضلع کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مصداق حضرت موصوف کو بنا کر ظاہر کر دیئے ہیں
ذرا مشکوٰۃ کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

والمراد انہ لا یکون علی ثبات لان
الورث لثقلہ لا یثبت علی الضلع
لا فتہ والمعنی انہ یکون غیر اھل
الولایۃ لقلت علمہ وخفتہ رایہ
وعلیہ فمی نہایۃ ایہ سطلحون علی
رجل لا نظام لہ ولا استقامۃ
لامرہ (مرقاۃ)

یعنی امروہوی صاحب کے نزدیک حضرت علامہ نورالدین مرحوم و مغفور مومنوں پر امیر بننے کی اہلیت نہ رکھتے تھے۔ اور بہت ہی کمزور رائے رکھتے تھے اور کم علم تھے اور استقامت نہیں رکھتے تھے۔ نہ انتظام کا مادہ تھا۔ یہ ہیں پیغامیوں کے نزدیک خاص کے عقائد۔ اس بزرگ ہستی کے بارے میں جسکی بیعت ان لوگوں نے اپنی روحانی کمی پوری کرنے لیے کی تھی اور چھ سال تک جس کے سامنے چوں تک نہ کر سکے +

کیا غیر مبائعین ہمسے دیانۃً اختلاف رکھتے ہیں؟

میرے بعض احباب کی رائے ابتدا ہی سے یہی ہے کہ غیر مبائعین کو دراصل حضرت مسیح موعود پر ایمان نہیں رہا۔ اور جو بظاہر دعوئی ایمان ہے وہ محض خفت مٹانے کے لیے ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی ہتک کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور محض عداوت محمود میں اندھے ہو کر جو منہ میں آئے کہہ گذرتے ہیں اور انکو قطعاً پرواہ نہیں ہوتی۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ خود اپنے مسلمات کی بھی رعایت نہیں کرتے۔ مثلاً وہ اپنا عقیدہ بیان کیا کرتے ہیں کہ جو حضرت مسیح موعود علا

(اسمیں حضور کی خصوصیت نہیں مولوی محمد علی صاحب ہوں یا سید محمد حسین شاہ و مرزا یعقوب بیگ) کو کافر کہے وہ کافر ہے یعنے خارج دائرہ از اسلام اب اس عقیدہ کی رو سے چاہیے کہ جو مکفرین حضرت مسیح موعود ہیں وہ آنجناب کو مفتری اور کاذب سمجھتے ہیں۔ ان کو خارج از دائرہ اسلام سمجھا جائے جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب کے رسالہ سے ظاہر ہے۔

مگر ۱۳ر جولائی کے پیغام میں ایک چٹھی چھپی ہے حسن علی ڈاکٹر کی طرف سے جو میاں پیر بخش کے نام ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کو کافر اور مفتری یقین کرتا ہے اور اس نے ایک رسالہ اسی مقصد تکفیر و تکذیب کے لیے جاری کر رکھا ہے اسے یہ غیر مبائع مخلص ڈاکٹر حسن علی لکھتا ہے۔

مکرمی منشی پیر بخش صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اب میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر غیر مبائع کا عقیدہ بربنائے ایمان تھا تو یہ السلام علیکم اور اسکے ساتھ رحمۃ اللہ کیسا۔ آیا شرعاً ایسا جائز ہے تو ثبوت دیا جائے۔ اور اگر نہیں تو پھر شرم کرنی چاہیے۔ کہ ابھی پچھلے دنوں خود اسی ڈاکٹر نے ہمارے لیے ایک فتوی چھپوایا کہ مبائعین احمدیین کو سلام نہ کہا جائے۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ یہ سختی اور غیروں سے یہ حال مخالف حکم شریعت اسلامیہ بڑے پیار سے ایک مکفر و مکذب مسیح موعود کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ لکھا جاتا ہے کیا یہ اس آیت کی تصدیق نہیں ولیقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین آمنوا سبیلا۔ مسیح موعود کے منکروں بلکہ مکفروں سے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور ہمپر تبرا بازی۔ شیم! شیم!!

حافظ معین الدین رضی اللہ عنہ

۱۶ر جولائی کو ایک بزرگ ہستی اصحاب الصفہ میں سے ہمسے جدا ہوگئی۔ کیسے خوش قسمت لوگ ہیں جنکو ابتدا ہی سے میرے آقا حضرت مسیح موعود کے قدموں میں رہنے کا فخر حاصل ہوا اور مرتے دم تک انکا سینہ عرفان کا گنجینہ اور خدا کے موعود و مامور کی محبت سے معمور رہا۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد۔

حافظ صاحب کی عمر اسّی سال کے قریب ہوگی۔ یہ زمانہ تصنیف براہین احمدیہ سے پہلے ... تھیال قادیان آیا کرتے (قادیان سے کسی قریب ہی کے گاؤں کے رہنے والے تھے) خوش آواز تھے گانے کا شوق تھا گلی گلی پھرتے اور کھانے پینے کا سامان کر لیتے۔ حافظ صاحب حضرت مسیح موعود کی خدمت میں بھی اکثر حاضر ہوتے۔ حضور نے ان کی روٹی اپنے گھر سے لگا دی۔ اس فیض صحبت کا یہ اثر ہوا کہ حافظ صاحب دین کی باتوں سے دلچسپی لینے لگے۔ اور صوم صلوٰۃ کے ایسے پابند ہوئے کسی گھر سے اگر ان کو کوئی چیز دیجاتی تو گھر والی سے پہلے پوچھ لیتے تھے کہ نماز پڑھتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ نماز پنجگانہ کی پابند نہ ہوتی تو وہ چیز اس سے نہ لیتے واپس کر دیتے پہلے پہلے کچھ دنوں کے لیے قادیان آ جاتے اور چلے جاتے لیکن آخر یہیں کے ہو رہے۔ میں نے جس سے بھی پوچھا اس نے یہی جواب دیا کہ جب ہم آئے حافظ صاحب یہاں موجود تھے۔ اور ابھی حضرت اقدس مامور نہیں ہوئے تھے تو یہ گاہے گاہے نماز کے امام بھی بنا دیئے جاتے تھے۔ حافظ صاحب نابینا تھے قرآن مجید کا کچھ حصہ بھی یاد کیا یاد تو غالباً سب کیا مگر حافظہ کمزور تھا۔ رات کو حضرت اقدس مسیح موعود کے پاؤں دباتے تھے اور حضور کو اشعار خوش آوازی سے سنایا کرتے تھے مسجد مبارک میں پہلے اذان دیا کرتے تھے۔ اور اس کے لیے ان کو بڑا اہتمام تھا کہ ہر نماز کی اذان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وقت شروع ہوتے ہی ہو جائے۔

آپ شاعر بھی تھے چنانچہ ایک سی حرفی حال ہی میں انکی طرف سے چھپی ہے جو نصیر بک ایجنسی سے مل سکتی ہے۔ حضرت ام المومنین نے ایک مکان انکو دے رکھا تھا۔ اسمیں رہتے تھے مکان کا دروازہ بند رکھتے۔ جب کھولتے تو ہی پوچھتے کہ اذان ہوگئی یا نہیں۔ صبح کیوقت جب گھر یوں والے دودھ دینے آتے۔ تو دودھ لینے سے پہلے میں نے اکثر انھیں وعظ کہتے سنا۔ انکو تقویٰ اور نماز روزہ کی ہدایت کرتے حافظ صاحب میں شکر گزاری کی روح عجیب تھی کوئی ذرا بھی انکا کام کر دیتا تو دیر تک اس کا شکریہ ادا کرتے رہتے تھے۔ جو اکثر ان الفاظ میں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنکھیں دی تھیں آپ نے مجھے مدد دی اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

حافظ صاحب علی العموم اپنے کام خود کرتے تھے کہ پانی بھی خود اپنے لیے لاتے۔ تہجد کے بہت پابند تھے۔ گرمی کی راتوں میں بارہ بجے کے بعد اٹھ کر پہلے بہت سا پانی کنوئیں سے لاتے پھر نماز میں مشغول رہتے۔ حتی کہ صبح ہو جاتی دن کو اکثر قرآن شریف پڑھتے یا کسی کو پڑھاتے کبھی کبھی اکیلے میں اشعار بھی خوش الحانی سے پڑھتے مگر بہت کم اور کہتے اب کیا پڑھیں دوسرا اب طاقت نہیں رہی۔ میر مہدی حسین صاحب موجد۔ حافظ احمد اللہ صاحب انکے پرانے رفیقوں میں سے جب ان کے پاس جاتے تو ان سے حضرت مسیح موعود کی باتیں کر کے بہت خوش ہوتے۔

حافظ صاحب چھت پر سوتے تھے اور خود ہی اپنی چارپائی اتار لیا کرتے تھے اس رات یکدم بارش آگئی۔ نیچے اترتے پاؤں پھسل گیا صبح بحالت سجدہ جاں بحق تسلیم پائے گئے۔ کوئی زخم یا چوٹ نہ تھی۔ چونکہ کئی دن سے بیمار چلے آتے تھے معلوم ہوتا ہے دل کو صدمہ پہنچ گیا۔ غفر اللہ لہٗ

کچھ واقعات اور معلوم ہو سکے تو وہ بھی لکھے جائیں گے۔

عربی رسم خط

ولادت سرور کائنات کے قریب ہی ابوسفیان کے والد حرب بن امیہ اہل حیرہ سے ایک خط سیکھ آئے اور دو چار دوستوں اور عزیزوں کو بھی سکھا دیا۔ خود حرب کا بیان تھا کہ میں نے اس خط کو حیرہ کے ایک شخص اسلم بن سدرہ سے سیکھا۔ اور وہ علاقہ انبار کا ایک شخص مرامر بن مرہ کا شاگرد تھا اور چونکہ مرامر کا کوئی استاد نہیں معلوم تھا اسلیے قریش میں یہ خیال پھیل گیا کہ اس کا پہلا موجد مرامر ہے۔ اور ارض انبار اس کا مولد ہے (ملاحظہ ہو ابن خلکان۔ حالات علی بن ہلال المعروف بہ ابن بوّاب کاتب)

غرض یہی عربی کی پہلی تحریر اور ہمارے موجودہ خط نسخ کا نقش اوّلین ہے۔ اسی میں قرآن مجید لکھا گیا۔ اسی میں آنحضرت کے خطوط و معاہدات لکھے گئے۔ اور اسی میں صحابہ مراسلت کرتے تھے مگر اپنی ابتدائی حالت میں یہ خط اسقدر ناقص تھا کہ جسقدر رواج پاتا تھا اسی قدر زیادہ اس میں اصلاحوں اور ترمیموں کی ضرورت محسوس ہوتی جاتی تھی۔ اور یقیناً بہت سی اصلاحیں ہوئی ہوں جنکی ہمیں خبر نہیں ہے۔

اس عہد کے نمونے ہمارے ہاتھ میں بہت ہی کم ہیں۔ جن سے کچھ اندازہ کیا جائے۔ آنحضرت نے جو خطوط لکھوا کے بھجوائے تھے اُن میں سے دو خط اہل یورپ نے خدا جانے کیوں کر اور کہاں سے برآمد کر کے پیش کئے ہیں۔ اور دعویٰ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اصلی خط ہیں۔ ان دونوں کے فوٹو میں نے دیکھے ہیں۔ ایک مسلمہ کذاب کے نام ہے سنہ ۱۸۹۶ء میں لندن کے پکچر میگزین نام ایک رسالہ میں چھپا تھا۔ دوسرا خط فرمان روائے مصر مقوقس کے نام ہے جس کا فوٹو ہیروز آف دی نیبشن سیریز کی کتاب "محمدؐ" مصنفہ وی۔ ایس مارگولیوتھ میں مصر کے رسالۂ الہلال سے لیکر درج کیا گیا ہے۔

ان دونوں خطوط کی تحریر ایک ہی زمانے ایک ہی وضع۔ اور ایک ہی شان کی ہے اور ان دونوں کے نیچے آپ کی مہر ہے۔

خطوط کی عبارت کے الفاظ بھی وہی ہیں جو احادیث میں صحیح روایات سے مروی ہیں۔ بہرحال انکو دیکھ کے یقین ہوتا ہے کہ اصلی تحریر یہی ہیں اور یہی میرا خیال ہے۔ چنانچہ میں ان خطوط کے فوٹوؤں کو تمام اگلے تبرکات سے زیادہ واجب التعظیم اور جزو جان بنانے کے قابل خیال کرتا ہوں اور بے اختیار جی چاہتا ہے کہ ان مبارک نامہ ہائے رسالت پر جاں نثار کر دیجئے۔ افسوس مسلمانوں کو توفیق نہیں ہوتی۔ ورنہ اُن کا فرض تھا کہ یہ دونوں اصلی خطوط رسالت جن پر آپ کی مہر مبارک ثبت ہے اُنکی تاریخ کا پتہ لگاتے کہ کیونکر محفوظ رہے کہاں سے کہاں پہنچے کس سے کس کو ملے اور آخر میں کیوں کر اہل یورپ کے ہاتھ آئے

ان خطوط کے بعد کی تحریر کا نمونہ حضرت عثمان ذی النورین کے عہد کے قرآن پاک ہو سکتے ہیں جن کا کوئی نسخہ اسوقت تک کسی ہندوستانی مسلمان کی نظر سے نہیں گزرا کہا جاتا ہے کہ ان میں کا ایک قرآن قسطنطنیہ میں موجود ہے۔

مذکورۂ بالا دونوں خطوط رسالت کی تحریر کی شان یہ ہے کہ نہ نقطہ ہیں نہ اعراب ہیں نہ علامات اوقاف ہیں۔ الف سیدھی کھڑی لکیر نہیں۔ بلکہ نیچے کا سرا پیچھے مڑا ہوا ہے۔ جس سے اُس کی قطع "ما" کی سی ہے عظیم کا لفظ یوں لکھا ہے "عظلم" القبط کی صورت یہ ہے "القبط" سلام کی وضع تحریر یہ ہے "سلم" الہدیٰ کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی صورت یہ ہے "مالک یی" "من" کی صورت "م" اور "بعضنا بعضاً" کو "بعضا بعضا" معلوم ہوتا ہے کہ نصب کے ساتھ تنوین میں ایک الف جو موجودہ رسم خط میں بڑھا دیا جاتا ہے یہ اسی زمانے کا ہے۔ "اشھدوا" کی صورت "ماسمک وما" اس سے پتہ چلتا ہے کہ جمع کے آخر کا الف بھی اسی زمانے کا ہے اسکی پابندی نہیں ہے کہ لفظ سطر میں ختم ہی ہو جائے۔ "ورسولہ" میں سے "ور" ایک سطر کے آخر میں ہے اور "سولہ" دوسری سطر کے شروع میں ہے "تولوا" میں سے "تو" ایک سطر میں ہے اور "ولوا" دوسری سطر میں "مسلمون" میں سے "مسلم" ایک سطر کے آخر میں ہے اور "لمون" دوسری سطر کے شروع میں

خلفائے راشدین کے عہد میں اس خط میں کسی نمایاں تغیر کا پتہ نہیں چلتا۔ سب سے پہلے اس تحریر کے نقشان پر ابوالاسود دوئلی کی نظر پڑی انھیں نے رسم خط کی اصلاح کی اور انھیں نے ابتدائی قواعد نحو عرب کو بھی مدون کیا۔

زیاد نے حکومت بصرہ کے زمانے میں ان سے خواہش کی تھی کہ قرآن کے رسم خط کی اصلاح کیجیے مگر انھوں نے غالباً قرآن کے متعلق سنت قدیم میں دخل دینا بدعت خیال کر کے انکار کر دیا لیکن ایک دن قاری قرآن کو ان اللہ بری من المشرکین و رسولہ میں "ورسولہ" کو "ورسولہ" پڑھتے سن کے ایسے گھبرائے کہ زیاد کے پاس دوڑے گئے۔ اور کہا "میں اب آپ کی خواہش پوری کرنے کو موجود ہوں" پھر اس سے ایک کاتب لیا۔ اور اسے پاس بٹھا کر ہدایت کی کہ میں قرآن لکھواتا ہوں جس حرف کے ادا کرنے میں میں اپنا مونھ کھول دیا کروں اسکے اوپر تم ایک نقطہ لگا دیا کرو۔ غرض قرآن میں پہلے پہل یہ اعراب لگائے گئے۔ جن کی صورت ابتدائی ایجاد میں بجائے ترچھی لکیروں کے نقطوں کی سی تھی اور پیش بجائے اوپر کے سامنے لگایا جاتا تھا آجکل جو نقطے ب ت ث اور ج میں یا ح خ کا امتیاز بتایا کرتے ہیں انکا اسوقت تک مطلقاً پتہ نہ تھا اور نہ شاید انکی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔

ابوالاسود دوئلی نے سنہ ۶۹ھ میں انتقال کیا اس کے بعد کہتے ہیں کہ میمون بن اقرن نے پھر عنبسہ بن معدان قری نے پھر عبداللہ بن ابی اسحٰق حضرمی نے پھر ابوعمرو بن علاء المتوفی سنہ ۱۵۴ھ نے اس خط میں اور اصلاحیں کیں مگر ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا اصلاحیں تھیں۔ یہاں تک کہ خلیل ابن احمد ازدی المتوفی سنہ ۱۷۰ھ اور علی بن حمزہ کسائی المتوفی سنہ ۱۸۲ھ کا زمانہ آیا۔ جبکہ کوفہ اور بصرے میں نحو و صرف اور علم زبان کا شباب تھا۔ کہتے ہیں کہ خلیل نے ترقی خط کی طرف بہت توجہ کی اور اس درجہ کو پہنچا دیا کہ کسائی نے جو مامون رشید کا استاد اور علمی ترقیوں کا بیحد شائق تھا خط عربی میں ایک نئی شان پیدا کی جسکو اہل کوفہ نے بے انتہا پسند کیا اور وہی خط خط کوفی کے نام سے مشہور ہوا (ملاحظہ ہوں کتاب الفہرس ابن الندیم۔ ابن خلکان کے حالات ابن مقلہ کاتب و ابن البوّاب کاتب اور آغانی جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۶ حالات ابوالاسود دوئلی) اسکو میں زمانوں گاکہ کسائی نے یک بیک پرانے خط کو بدل کر خط کوفی کر دیا۔ دراصل مسلسل تغیروں اور ترمیموں نے رفتہ رفتہ اس خط کی صورت بنا دی تھی۔ کسائی نے قواعد نحو کی طرح دنوشنویسی کو نظام میں لا کے قوم کی تحریک کی ایک خاص شان پیدا کر دی تھی۔ جسے لوگوں نے عموماً پسند کیا اور اسی کی پیروی کرنے لگے۔ تاہم اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ خط کوفی کی ایجاد سنہ ۱۸۰ھ کے قریب ہوئی ہے۔ اس سے پہلے جو خط مروج تھا کوفی نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے تک کوفہ کو کوئی علمی حیثیت ہی نہیں حاصل ہوئی تھی۔ حضرت علیؓ نے کوفہ کی سکونت اختیار کی اور اسی وجہ سے اکثر عوام میں مشہور ہے کہ حضرت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن خط کوفی میں تھے۔ مگر انھیں اسکی خبر نہیں کہ ان دنوں کوفہ تو بیشک تھا اور کوفہ میں حضرت علی بھی تھے۔ مگر خط کوفی نہ تھا جس کا کاتب حضرت علی کو فرض کر لیا گیا ہے۔ خط کوفی کا دور دوسری صدی ہجری کے آخر سے شروع ہوا ہے جبکہ ہارون رشید کا زمانہ تھا۔

اب مجھے بتانا ہے کہ خط کوفی میں اور پرانے خط میں کیا فرق تھا۔ میں نے خط کوفی کا کوئی مکمل قرآن نہیں دیکھا ہے۔ لیکن ہیرز آف دی نیشن سیریز کی کتاب "۲" مصنفہ ڈی۔ اس مارگونیوتھ میں خط کوفی کے ایک قرآن کا فوٹو موجود ہے۔ اصل نسخہ بوڈلین لائبریری کا ہے۔ اور معلوم نہیں کہ کس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں الف کی قطع "ا" د کی قطع "ک" ن کی قطع "(" ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خط خوبصورت اور زیادہ واضح و روشن ہو گیا ہے مگر اسی پرانے خط سے ملتا ہوا ہے۔ صرف پختگی اور ایک مصورانہ مناسبت و ہم وضعی پیدا ہو گئی ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس کوفی خط کے قرآن میں اعراب کا کہیں پتہ نہیں نہ نقطہ ہی ہیں اور نہ ترچھی لکیریں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابوالاسود کی ایجاد کا عام طور پر رواج نہیں ہوا تھا۔ خاص ہی خاص نسخہ ہائے قرآن میں ان کے رسم خط کی پابندی کی جاتی ہو گی۔ مگر عام کاتب ان کا لحاظ نہ کرتے تھے۔

اس خط کوفی میں سب سے بڑی مفید ترقی یہ ہوئی ہے کہ موجودہ نقطوں کی بنا پڑ گئی جن سے ان تمام مختلف الصوت حرفوں میں امتیاز کر لیا جا سکتا ہے۔ جو ہم شکل ہیں مگر خط کوفی کے نقطے ہمارے موجودہ خط نسخ کے نقطے نہیں ہیں بلکہ انکی جگہ نیچے اوپر باریک باریک ترچھی لکیریں زیر زبر کی سی اختیار کی گئی ہیں مثلاً "یا ایھا المزمل قم اللیل" کو "یاسما لحوصلم یالیل" کی وضع میں لکھا ہے۔ اس سے بیشک یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب ت ث

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اسی طرح دیگر حروف میں امتیاز کی ضرورت محسوس ہوئی تو بجائے نقطوں کے ترچھی باریک لکیریں اختیار کی گئیں۔ اور نقطوں سے جو ابوالاسود نے ابتداءً اعراب و حرکات بنانے کا کام کیا تھا۔ وہ خاص خاص قرآنوں میں تھے۔ عام تحریروں اور کتابوں میں انکی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی۔

اب اسوقت سے کچھ کم ڈیڑھ سو برس تک خط کوفی کا زمانہ رہا۔ مگر زمانہ جو جو گزرتا جاتا تھا اس خط میں کچھ نہ کچھ تغیر اور ردوبدل کرتا جاتا تھا۔ خط کوفی جبکہ ہمیں نظر آتا ہے تو زود نویسی کے لیے موزوں نہ تھا۔ چنانچہ ۲۷۲ھ میں زمانے نے ابوعلی محمد بن علی بن حسین کاتب کو جو "ابن مقلہ" کے لقب سے مشہور ہے پیدا کیا۔ یہ بہت بڑا شخص تھا۔ اور اگرچہ اُسکی زندگی اس قدر پرآشوب تھی کہ ترقی کی تو خلافت بغداد کا وزیر اعظم بن گیا اور اقبال نے ساتھ چھوڑا تو ہاتھ کاٹا گیا۔ زبان کاٹی گئی۔ قید ہوا۔ اور خدا جانے کیسی کیسی مصیبتیں جھیل کے ۳۲۹ھ میں چھپن برس کی عمر میں قید خانے ہی کے اندر مرا لیکن ناقدردان دشمن اُسکی جان لے سکتے تھے۔ اسکے کمالات کا مٹانا غیر ممکن تھا۔

دیگر کمالات کے علاوہ ابن مقلہ خوشنویسی اور خط نسخ کی اصلاح میں بھی کمال رکھتا تھا چنانچہ اس نے مروجہ خط کوفی کو تقویم پارینہ کرکے موجودہ خط نسخ ایجاد کیا۔ (ملاحظہ ہو ابن خلکان حالات ابن مقلہ کاتب) اس نئے خط میں اعراب و حرکات کے اظہار کے واسطے ابوالاسود دوئلی کے نقطوں کو موقوف کرکے زیر۔ زبر کے لیے حرف کے اوپر اور نیچے ترچھی لکیریں اور پیش۔ جزم۔ تشدید۔ اور دو زبر اور دو زیر کی موجودہ شکلیں اختیار کی گئیں اور متشابہ حرفوں کے باہمی امتیاز کے لیے خط کوفی کی باریک ترچھی لکیروں کو چھوڑ کے نقطے قائم کئے گئے اور تمام حرفوں کی صورتوں میں ایک مقبول عام خوشنمائی۔ سادگی۔ اور آسانی پیدا ہوگئی۔

خلاصہ یہ کہ موجودہ خط نسخ ابن مقلہ کا ایجاد ہے ابن مقلہ کے خط کی یہ شان اسقدر پسندیدہ ثابت ہوئی کہ ساری کتابت اسی میں ہونے لگی اور یکایک خط کوفی ایسا مٹا کہ آج اُس کا لکھنا تو درکنار دنیا میں اسلام میں اُس کا کوئی پڑھنے والا بھی نہیں ہے۔

ابن مقلہ کے کچھ کم ایک صدی بعد ابن بوّاب کاتب پیدا ہوا۔ جس نے اپنی مشہور عام خوشنویسی سے خط نسخ کو انتہائے کمال کے درجہ کو پہنچا دیا ابن بوّاب کا نام ابوالحسن بن ہلال تھا۔ مگر چونکہ ایک دربان کا بیٹا تھا اس لیے "ابن البوّاب" کے لقب سے مشہور ہوا علامہ ابن خلکان اُسکی نسبت لکھتے ہیں "اگلوں پچھلوں میں سے کوئی شخص اُسکا مثل کتابت نہیں رہا۔ خط کوفی سے بدل کے ..... جو خط کو ایجاد تو ابوعلی بن مقلہ نے کیا تھا۔ مگر ابن بوّاب نے اس کی شان کتابت شائستہ مہذب اور خوشنما بنادی۔ اور تمام لوگوں کو اتفاق ہے کہ اس بارہ خاص میں وہ منفرد اور بے نظیر تھا۔ ابن بوّاب نے ۴۱۳ھ یا ۴۲۳ھ میں انتقال کیا۔ خط نسخ میں ایسی شان پیدا کرکے چھوڑ گیا کہ جس کی لوگ آجتک پیروی کر رہے ہیں۔

حیاتِ مسیحؑ

پر چند دلائل کی پرتال

اللہ تعالیٰ سورۂ انبیاء رکوع اول میں فرماتا ہے

وما ارسلنا قبلك الا رجالاً نوحی الیهم فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۝ وما جعلناهم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ اور تجھ سے پہلے ہمنے نہیں بھیجے مگر آدمی کہ انکی طرف ہمنے وحی کی تھی۔ پھر ذکر والوں سے پوچھ دیکھو اگر تم نہیں جانتے اور ہمنے انکو ایسا جسم نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ ترجمہ تفسیر حقانی۔

اب تفسیر اسکی سنیئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر ہم نے جس قدر رسول بھیجے ہیں۔ وہ تو آدمی تھے کہ جنکی طرف وحی کی گئی تھی فرشتہ نہ تھے اگر تمکو معلوم نہ ہو اہل کتاب سے پوچھ دیکھو کہ جنکے تم اے اہل مکہ اکثر باتوں میں معتقد ہو اور ان سے پوچھ کر اعتراض کیا کرتے ہو۔ اور ان انبیاءؑ کو ہمنے ایسے بدن عطا نہ کیے تھے کہ جو کھانے کے محتاج نہ ہوں اور ہمیشہ باقی رہیں۔ بلکہ وہ کھاتے پیتے تھے۔ آخر دنیا سے اُٹھ گئے۔ موت سے نہ بچے۔

تفسیر حقانی جلد پنجم صفحہ ۱۷۰ موضح القرآن

یعنی موت بھی آئی انکو۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جتنے رسول اور نبی نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے آئے سب مرد تھے سب کے بدن کھانے کے محتاج تھے اور سب دنیا سے اُٹھ گئے موت سے نہ بچے۔ شاید آپ یہ کہدیں کہ اس میں عیسیٰ کا نام نہیں ہے۔ سو آپ کو واضح رہے کہ ما ارسلنا قبلك الا رجالاً میں حصر ہے جو کسی رسول کو باہر نکلنے نہیں دیتا اور یہ کہ وہ کھانے کے محتاج تھے سورۃ مائدہ سے ظاہر و باہر ہے ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة۔ کانا یاکلان الطعام۔ انظر کیف نبین لهم الایات ثم انظر انی یوفکون۔ نہیں مسیح بیٹا مریم کا مگر ایک رسول اس سے پہلے سارے رسول گذر گئے اور اسکی ماں بڑی راستباز تھی۔ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھ کسطرح ہم ان کے لیے نشان بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھ کیسے اُلٹے جا رہے ہیں۔ ایک منصف دل اور حق دوست دماغ ضرور اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہیگا۔ کہ مسیح صرف رسول تھے وہ بھی طعام کے محتاج تھے۔ اسلیے ان کا بدن بھی جو کہ دنیوی طعام کا محتاج تھا اثر زمانہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر سورۃ انبیاء کی آیت سورہ مائدہ کی آیت سے ملا کر نتیجہ نکالو گے تو تمھیں لازماً ماننا پڑے گا کہ مسیح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آیا وہ کھانا کھاتا تھا۔ اور اسکا بدن ہمیشہ رہنے والا نہ تھا۔ یعنی موت بھی آئی اسکو۔

قرآن کی کس آیت میں ہے کہ آدم علیہ السلام آسمان پر تھے۔ فاتوا بالقرآن واتلوھا ان کنتم صادقین۔ جنت کی شان میں ہے عرضھا السموات والارض آل عمران بہشت کی چوڑائی آسمان اور زمین ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جنت زمین پر تھا۔ کیونکہ قرآن شریف میں آتا ہے۔ اذ قال ربك للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں کہاں ہے قرآن میں فی السماء۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ آدم جنت میں رکھا گیا۔ مگر اس جنت میں جہاں وہ عصیٰ آدم ربہ فغوٰی کا مصداق ہوا آدم سے اپنے رب کی خلاف ورزی ہوئی پس اس کا عیش مکدر ہو گیا۔ اور وہ ایسی جنت تھی کہ جسمیں شیطان بھی جا پہنچا۔ حالانکہ قرآن اسکے لیے یہ فرما رہا ہے لاملئن جھنم منك و ممن تبعك منھم اجمعین ط سورۃ ص ع ۔ خدا نے شیطان سے کہا کہ میں خود بھر دونگا جہنم کو تجھ سے۔ اور جو تیری تابعداری کرے سبکو۔ اگر کوئی کہے کہ پھر کیوں کہا گیا اھبطوا منھا کہ اترو اس جگہ سے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان پر تھے۔ تو اسکو کہدو کہ سورہ بقر کا ساتواں رکوع غور سے پڑھو جہاں لکھا ہوا ہے اھبطوا مصرًا۔ کیا بنی اسرائیل آسمان پر سیر کر رہے تھے کہ انکو کہا گیا اترو شہر میں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک جگہ سے چلکر دوسری جگہ قیام کرنے کو کہتے ہیں کہ اس جگہ اترو۔ اور یہی حال نادان لوگوں کا ہے جو لوگ لغت کے حقائق اور دقائق سے ناآشنا محض ہیں اور جو الفاظ کے وسیع استعمالات سے ناواقف ہیں۔ وہ اعتراض کریں تو کریں۔ ورنہ ...

یہ لغت موجود ہے۔

پس جب حضرت آدم کا آسمان پر ہونا۔ کسی قطعی نص قرآنی سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ نص قرآنی اسکے خلاف فی الارض خلیفہ کہہ رہی ہے۔ اور جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی علیحدہ نشو و نما قرآن سے ثابت نہیں ہے بلکہ قرآن شریف سراسر اسکے خلاف گواہی دے رہا ہے اور عیسیٰ کو ہماری مانند یعنی بشر بنا رہا ہے جیسا کہ ہم ماؤں سے پیدا ہوئے وہ بھی ماؤں سے پیدا ہوئے جیسے ہم تراب سے پیدا ہوئے وہ بھی تراب سے پیدا ہوئے۔ ہم ماں کے پیٹوں میں رہے وہ بھی ماں کے پیٹ میں رہے۔ جیسا کہ ہم آدم اور حوا کی اولاد سے ہیں ایسا ہی وہ آدم اور حوا کی اولاد سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام دونوں کی ہماری طرح تین حالتیں ہیں پیدا ہونا۔ مرنا۔ پھر جی اٹھنا۔ کہاں۔ ملنکہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ مٹی۔ پانی۔ نطفہ۔ عورت کے پیٹ سے۔ آدم اور حوا کی نسل سے پیدا ہوئے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بے باپ ہونے کی وجہ سے فرشتے نہیں بن گئے۔ جیسا کہ حضرت آدم اور حضرت حوا فرشتے نہیں بنگئے۔ باوجود اسکے اگر فرضی طور پر مان لیں۔ کہ حضرت آدم آسمان میں تھا (حالانکہ جنت کا لفظ باغ پر بولا جاتا ہے۔ پڑھیے سورۃ کہف اور قلم۔ اور حضرت عیسیٰ بھی آسمان میں جائینگے کیونکہ یہ دونوں پدری کثافت سے پاک تھے۔ اور اسلیے وہ آسمان اور زمین ہر دو جگہ رہنے کے قابل بنائے گئے تھے تو پھر مندرجہ ذیل اشکال کو رفع فرمائیے۔

(۱) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہتر ہیں یا حضرت محمد آلہ علیہ وسلم۔ کیونکہ حضور پشت پدر سے پیدا ہوئے تھے اور اس لیے صرف زمین میں ہی رہنے کے قابل تھے۔

(۲) کیا آپ حضرت کے جسمی معراج کے منکر ہیں کیونکہ حضور محمد بن عبد اللہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) کیوں آدم کو زمین پر ایک دفعہ رہنے کا موقع دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو دفعہ۔

(۴) کیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہشت سے جو کہ حوادث سے محفوظ جگہ ہے نکالا جاوے حالانکہ قرآن شریف میں آچکا ہے وما ھم منھا بمخرجین اور بہشتی وہاں سے نہیں نکالے جائینگے۔ عطاء غیر مجذوذ۔ یہ ایسی عطاء ہے جو کبھی کاٹی نہیں جائے گی۔

(۵) جس نیک کام کے بدلے انکو ایسی محفوظ جگہ ملی۔ انھوں نے ایسی پاک جگہ میں کیا قصور کیا وہ وہاں سے نکالے جائینگے۔ آدم نے تو پھل کھایا۔ اور وہ بہشت سے نکالا گیا۔ حضرت عیسیٰ نے کیا گناہ کیا کہ وہ بہشت سے نکالے جائینگے کیا وہ بھی اسی درخت کا پھل کھائینگے۔ کیا کسی آیت سے آپ یہ دکھا سکتے ہیں۔

پس آپکے استدلال کا تار و پود بکھر گیا اسکو پھر غور کر کے بنھا لیجئے۔ یہ نئی دلیل ایجاد بندہ تھی جس نے علم کلام میں ایک اعلیٰ درجہ کا اضافہ کر دیا ہے۔ رہا نوح کی زندگی کے ساتھ تمسک پکڑنا۔ سو وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی بات ہے من نعمرہ ننکسہ فی الخلق کے کہاں خلاف ہے۔ نوح کہاں آسمان پر زندگی بسر کرنے گیا تھا۔ وہ تو اسی زمین میں رہا۔ کیا اسکا دنیا میں شراب طعام موقوف ہو گیا تھا۔ اور آپکو کس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ضعفًا و شیبۃً کے قانون قدرت سے محفوظ تھا۔ اور کہ جوانی کی حالت میں انتقال فرمایا پچاس اور نوسو کی تفریح لیجیے۔ نعمرہ ننکسہ کی تفسیر کیجیے نعمرہ ننکسہ میں سالوں کی تعداد کہاں مقرر ہے۔ کیا وہ اس زمین کو چھوڑ کر کسی آسمان پر گئے۔ اور کیا انھوں نے دنیوی شراب طعام قطعًا چھوڑ دیا تھا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر بٹھانا ہے تو پھر آیت ابنیاء اور مائدہ کی کیا تاویل کیجیے گا۔ یاد رکھیے اپنا مقولہ۔

"کافر ہے وہ کرے جو قرآن میں کچھ زیادہ"

(از مارشیس)

(باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی فی پریس ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور الحکم قادیان نے فاروق منزل سے شائع کیا)